بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اشارات

جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کا حالیہ اجلاس ایسے موقع پر منعقد ہُوا ہے جبکہ پاکستان ہر پہلو سے اندرونی مفاسد اور بیرونی خطرات میں گھرا ہُوا ہے۔ گوناگوں پیچیدہ مسائل سر اٹھائے، رہنمائی کرنے والے دماغوں کے فکر و تدبر کو چیلنج کر رہے ہیں۔ جماعت اسلامی جو اسلام کے نظریۂ حق کی داعی ہے، اور معاشرے میں دعوت و اصلاح کا بنیادی کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اس ذمہ داری کو بھی محسوس کرتی ہے کہ زندگی کے تمام پیش آمدہ عملی مسائل کا اپنے نظریے کے تحت تجزیہ کر کے اُن کے عملی حل کے لیے رہنمائی بھی دے، ملک کی موجودہ تشویش انگیز صورتِ حالات سے صرفِ نظر کر کے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ پورے نظامِ زندگی میں تغیر کی جدوجہد کرنے والی ایک منظم ترین سیاسی تحریک کی حیثیت سے اس نے اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس کے امیر اور اس کی مجلس شوریٰ کے ارکان نے مسلسل پانچ روز تک سر جوڑ کر ملکی حالات کے ہر گوشے پر سوچنے کے ٹھنڈے ماحول میں غور کیا، پھر پوری دیانت اور حق اندیشی کے ساتھ مسائل کا تجزیہ کیا اور جمہوری لحاظ سے انتہائی گھٹے ہوئے ماحول میں بھی بے خوفی کے ساتھ جس چیز کو حق جانا حق کہا اور جسے باطل سمجھا باطل قرار دیا۔ یہ اللہ کا خاص فضل و احسان ہے اور ہم اس کے شکر گذار ہیں کہ ہمیشہ کی طرح ساری سوچ بچار بحث و استدلال کی نہایت پاکیزہ فضا میں جاری رہی، اور اس سے بھی بڑھ کر اُس کی عنایت یہ ہے کہ جملہ قرار دادوں اور فیصلوں کو مجلس کا پورا پورا اتفاق رائے حاصل رہا اور کسی معاملے میں بھی رائے شماری کی نوبت نہیں آئی۔

مجلس نے جو قرار دادیں پاس کی ہیں وہ اس امر کی ایک نمایاں شہادت ہیں کہ جماعت اسلامی کی نگاہ، اس کے وقتی مسائل اور مہمات میں مصروف ہوتے رہنے کے باوجود نہ تو دستور کے مرکزی مسئلے سے ہٹنے پائی ہے، نہ زندگی کے مختلف اصلاح طلب پہلوؤں سے۔ مجلس نے معاملات کو ہمہ گیر نگاہ سے دیکھا ہے

اور جو اہم گتھی بھی اس کے سامنے آتی ہے اسے سلجھانے کے لیے اپنی پیش کردہ آئیڈیالوجی کی روشنی میں فکری رہنمائی دی ہے۔ آج جبکہ ملک کے کچھ سیاسی گروہ بالکل خاموش ہیں، کچھ سطحی باتوں سے آگے نہیں بڑھ رہے اور کچھ مسائل کا حل پیش کرنے کے بجائے اُلٹا لاینحل مسائل پیدا کرنے میں مصروف ہیں، جماعتِ اسلامی کی مجلس شوریٰ نے اپنے فرض کے تقاضے ٹھیک پورے کر کے اپنے آپ کو ایک امتیازی حیثیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کی قراردادیں اور اس کے فیصلے خود جماعت کے کارکنوں ہی کے لیے کام کرنے کی پالیسی کے خطوط کو اجاگر نہیں کرتے، بلکہ وہ ملک کے لیڈروں اور عوام دونوں کے لیے مشعلِ راہ ہو سکتے ہیں۔

مجلس کے تنہر کا کی نگاہ میں پاکستان کا عین مقصد وجود اس وقت تک خطرے کی زد میں ہے جب تک اس مملکتِ خداداد کے لیے صحیح معنوں میں ایک اسلامی دستور مدوّن ہو کر نافذ نہیں ہو جاتا۔ کسی ملک کے لیے تعمیر و ترقی کی جدوجہد کا پوری طرح جاری ہونا اور برگ و بار لانا اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ آئینی حیثیت سے یہ طے ہو جائے کہ نظامِ حیات کو کس آئیڈیالوجی پر، کن مقاصد کے لیے اور کس طریقے سے استوار کرنا ہے۔ یہ آئیڈیالوجی اگر اپنی نوعیت کے لحاظ سے برحق بھی ہو، معاشرے کے مزاج کے مطابق بھی بیٹھے، اور رائے عام کی حمایت بھی اپنی پشت پر رکھتی ہو تو اس کے بنائے مملکت قرار پا جانے سے تعمیر و ترقی کی مہم پوری شان بارآوری کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے۔ یہ آئیڈیالوجی اگر فی نفسہٖ حق سے منحرف ہوتی ہے، یا معاشرے کے مزاج سے ناسازگار ہوتی ہے، یا رائے عام کی تائید سے محروم ہوتی ہے تو وہ سوائے کشمکش اور تصادم پیدا کرنے کے اور کوئی مفید نتیجہ نہیں دکھا سکتی۔ لیکن جہاں مملکت کی تاسیس کے لیے آئیڈیالوجی کا انتخاب کرنے اور اس پر دستور بنا کر نافذ کرنے میں تعطّل اور التوا پیدا ہو جائے وہاں ناگزیر ہے کہ انتشار پیدا ہو اور نت نئے فتنے سر اٹھائیں۔

یہی صورت یہاں درپیش ہے۔ پاکستان اسلامی نظامِ زندگی کے احیاء کے لیے بنا ہے۔ ہمارے معاشرے کا مزاج الحاد اور قوم پرستی کے لیے نہیں، اسلامی آئیڈیالوجی ہی کے لیے سازگار ہے۔ رائے عام کا حال یہ ہے کہ اعتقادی و عملی انحطاط کے باوجود ننانوے فی صدی مسلمان زندگی کی تعمیر کے لیے اسلامی دستور

کے آرزومند ہیں۔ لیکن اسلامی آئیڈیالوجی سے ہمارے اکابر کے فرار نے جو تعطّل و التواء کی حالت گذشتہ سات برس میں پیدا کیے رکھی ہے، اور پھر اب حالات کے دباؤ کے تحت دستور سازی کا کام کرتے ہوئے بھی طرح طرح کے جو رخنے دستوری خاکے میں چھوڑے جا رہے ہیں، ان کی وجہ سے مختلف عناصر کو انتشار پھیلانے کا زرّیں موقع حاصل ہے۔ بے دلے پن سے کام کرنے اور اسے بار بار لٹکائے رکھنے کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ نہایت مفسدانہ نعروں اور نہایت مہلک فتنوں کو یہاں سر اٹھانے اور پنپنے کی چھوٹ ملی ہے۔

پھر یہ کیسی انوکھی اسلامی مملکت ہے کہ عین اس کی اپنی آغوش میں کمیونزم جیسی اسلام دشمن تحریک کے جراثیم پرورش پاتے ہیں، نشر و اشاعت کے ذرائع سے پھیلائے جاتے ہیں، اور اندر ہی اندر پاکستان کے مقصدِ وجود کے لیے دنیا کا سب سے بڑا خطرہ پروان چڑھ رہا ہے۔ ہمارے ارباب اقتدار اس خطرے کو دیکھتے ہیں اور ــــ اگر مملکت کے لیے نہیں، تو کم سے کم اپنے عہدوں اور مفاد کے تحفظ کے لیے ــــ اس کا سدِّباب کرنے کے لیے کبھی کبھی جوش دکھاتے ہیں۔ لیکن وہ اس ملحدانہ آئیڈیالوجی رکھنے والی خونی تحریک کو شکست دینے کے لیے اسلامی آئیڈیالوجی کو مقابلہ پر لانے اور اس کے جراثیم کو ختم کرنے کے لیے ایک صحت ور اسلامی معاشرہ تعمیر کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ جو تدبیریں سوچ سکتے ہیں وہ بس سیفٹی ایکٹ جیسے قوانین کا استعمال ہے، یا کمیونسٹ پارٹی کو خلافِ قانون قرار دینے کا اقدام ہے۔ حالانکہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی ایک تحریک اور دماغ دماغ میں اتری ہوئی کسی فکر کا یہ بہت ہی ناکام توڑ ہے پھر کمیونسٹوں کے مقابلہ کے لیے امریکی ڈالروں اور امریکی سنگینوں پر اعتماد کرنا ایک ایسا فریب نفس ہے جس کا تلخ تجربہ چین میں چیانگ کائی شک کی حکومت الف سے ی تک مکمل کر چکی ہے۔ آئیڈیالوجی کا توڑ کوئی آئیڈیالوجی ہی کر سکتی ہے، کسی تحریک کا سر کوئی مثبت تحریک ہی کچل سکتی ہے، اور کسی غلط نظامِ حیات کی یورش سے معاشرے کو صحیح نظامِ حیات کا برپا ہو جانا ہی بچا سکتا ہے۔ اسلامی آئیڈیالوجی، اسلامی تحریک اور اسلامی نظامِ حیات کو پوری قوت کے ساتھ میدان میں لانے کے لیے ہی جلد از جلد اسلامی دستور کا نفاذ ضروری ہے۔ لیکن عجیب ہیں ہمارے وہ بزرگ جو ایک طرف کمیونزم سے گھبراتے ہیں، لیکن دوسری طرف اسلام کے لیے دروازے کھولنے پر بھی تیار نہیں ہوتے یہی چیز اب تک تعطّل و التوا کا سبب بنی ہے

اب اگرچہ دستور سازی کسی قدر بہتر رفتار سے ہوئی ہے لیکن دوسری طرف مصیبت یہ ہے کہ بنیادی اصولوں کی رپورٹ میں اسلامی اور جمہوری لحاظ سے نہایت خطرناک رخنے چھوڑے جا رہے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا رخنہ مالیاتی مسودہ ہائے قانون کے سلسلے میں رکھا گیا ہے۔ ان تمام رخنوں کا مجلس نے مکمل جائزہ لیا۔ مجلس کے نزدیک ناگزیر ہے کہ ان کو بند کرانے کی جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اسی سلسلے میں قادیانی مسئلہ بھی سامنے آیا جو اپنی نوعیت میں پہاڑ جیسا نمایاں مسئلہ ہے، لیکن ہماری قیادت اور ہماری دستوریہ آنکھیں بند کر کے اس سے بے نیازی کی شان کا افسوسناک مظاہرہ کر رہی ہے۔ قادیانی عملاً مسلمانوں سے الگ ایک قلیت بن چکے ہیں اور اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر دستور کی صحیح تدوین ہرگز نہ ہو سکے گی۔ کسی گروہ کو کسی دوسرے گروہ کی گردن پر زبردستی سوار نہیں کرایا جا سکتا۔

پاکستان، خصوصاً اس کے مشرقی بازو میں ایسے فتنے اور ایسے نعرے پورے زور کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جنہیں مجلس شوریٰ نے پاکستان کی سالمیت اور اس کے استحکام کے لیے انتہائی شدید خطرہ قرار دیتے ہوئے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا۔ آج جن پیچیدگیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلم لیگی اقتدار ۹۲ الف، اندھا دھند گرفتاریوں اور مارشل لا کی دھمکیوں کے چھوٹے ہتھیاروں پر اتر آیا ہے ان کی ذمہ داری بعض واسطوں سے ہو کر خود اسی پر جا عائد ہوتی ہے۔ صوبائی اور لسانی عصبیتوں اور علیحدگی پسندانہ نعروں کی وہ ساری لہلہاتی فصل جو متحدہ محاذ کی صورت میں مشرقی پاکستان میں اُگ آئی ہے اور دوسرے صوبوں میں بھی کونپلیں نکال رہی ہے، اس کے لیے زمین تیار کرنے، اس کی تخم ریزی کا بہترین موسم پیدا کرنے اور اس کی آبیاری کرنے کی سعادت ایک ایسا سہرا ہے جو مسلم لیگی اقتدار کے سوا اور کسی کے سر بندھ نہیں سکتا۔ اگر ہماری قیادت شروع ہی میں ایک اسلامی دستور بنا کر عوام میں اسلامی فکر و کردار پیدا کرنے کی مہم میں لگ جاتی اور وہ اسلام کے کلمۂ جامعہ کے ذریعے مختلف علاقوں اور مختلف عناصر میں حقیقی اخوت کا جوڑ لگاتی تو آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ مجلس شوریٰ نے اس موقع پر پھر یہ انتباہ دیا ہے کہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کو نقصان پہنچانے والے رجحانات کا علاج محض قوت کے استعمال سے نہیں ہو سکتا، اصل تدبیر

صحیح ذہنی تربیت اور معاشرے کی تعمیر کا اہتمام ہے جس میں آج تک سخت کوتاہی دکھائی گئی ہے۔ ورنہ حالات کے اور زیادہ بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجلس نے یہ رائے بھی صاف صاف ظاہر کر دی ہے کہ پاکستان کی سالمیت کے تحفظ کی صحیح تدابیر اُس قیادت کے ہاتھوں عمل میں نہیں آسکتیں جس کا حصہ فتنوں کا طوفان اٹھانے میں دوسروں سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ پس اس سے نجات کی جدوجہد کرنا خود پاکستان کی سالمیت کا ایک تقاضا ہے۔

پاکستان اپنے ہمسایہ ملک کی زیادتیوں کی وجہ سے کشمیر، نہری پانی اور اموالِ متروکہ کے جن جھگڑوں میں اُلجھا ہوا ہے، اور پھر بین الاقوامی کشمکش کی جس فضا سے اسے سابقہ ہے، نیز عالمی امن و مسرت میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لیے اسے جس مرتبے پر ہونا چاہیے، ان ساری چیزوں کا واضح تقاضا یہ ہے کہ یہ نوخیز مملکت دفاعی لحاظ سے مستحکم ہو۔ یہ چیز عین مطلوب ہے کہ اس کی فوج بہترین آلات سے مسلّح، اور جدید ترین فنِ حرب کی ماہر ہو جائے۔ یہ ایک ایسی ضرورت ہے جس کے لیے دوسرے ممالک سے بہتر تعلقات کا استوار کرنا، معاہدے کرنا، یا امداد حاصل کرنا فی نفسہٖ کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ بھی تسلیم کہ دفاعی استحکام کے لیے سامان یا امداد کا حصول بحالاتِ موجودہ زیادہ سے زیادہ حد تک امریکہ ہی سے ممکن ہے۔ لیکن جتنا عزیز جماعتِ اسلامی کو پاکستان کا فوجی استحکام ہے، اس سے زیادہ عزیز اسے اپنی آئیڈیالوجی، اپنا کلچر اور اپنی فوجی، سیاسی، تجارتی اور تہذیبی و فکری آزادی ہے۔ وہ نہ اُن لوگوں کو برسرِ حق سمجھتی ہے جو امریکی امداد کے محض اس لیے مخالف ہیں کہ یہ امریکہ سے کیوں آتی ہے، اور نہ وہ اُن لوگوں کی ہم نوائی کر سکتی ہے جو شرائطِ امداد سے آنکھیں بند کر کے امریکی امداد کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ اس کی مجلس شوریٰ نے ایمانداری سے غور و فکر کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ اس امداد کے لیے جو شرائط ہماری قیادت نے تسلیم کی ہیں اُن میں ڈپلومیسی کے ایسے جراثیم موجود ہیں جن کی زد سے ہماری آزادی پوری طرح محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اجمال کے ساتھ مجلس نے اِن جرثوموں کی نشاندہی ذیل کے نکات میں کی ہے کہ اس معاہدہ کی رُو سے :-

۱- پاکستان کو امریکہ کی دفاعی مشینری کا پرزہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔
۲- امریکہ کے سوا دوسرے ممالک کے ساتھ ہماری تجارت پر قدغن قائم کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے
۳- ہماری حیثیت امریکہ کے لیے خام مال پیدا کرنے والی ایک نو آبادی کی سی نمایاں ہوتی ہے۔
۴- ہم اس بات کے پابند ہیں کہ اپنی مدافعت اور ملک کی اندرونی تحریکات کے کچلنے کے سوا اپنی ساری فوجی نقل و حرکت میں امریکہ کی مرضی کے تابع بن کے رہیں۔
۵- امریکن ہمارے ملک میں مراعاتِ خصوصی کے تحت ہماری تربیت اور اپنی ایڈ کی نگرانی کے بہانے ہمارے معاملات میں بے محابا مداخلت کر سکیں۔

ان نکات کی روشنی میں یہ معاہدہ ہماری قیادت کی کمزوری اور اس کی بصیرت کی کوتاہی پر ایک واضح شہادت قرار پاتا ہے، جسے عوام سامنے رکھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایسے ہاتھوں میں معاملات کی باگ ڈور سونپے رہنے سے کتنے مضر اور دُور رس نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

ایک مہلک خطرہ وہ ہے جس سے ہمارا نظامِ معاشرت دوچار ہے۔ گزشتہ کئی صدیوں سے یہ نظامِ معاشرت اگرچہ مسلسل انحطاط پذیر رہا ہے لیکن یہ اسلام کی اخلاقی قدروں اور اس کے تہذیبی و معاشرتی تقاضوں سے کھلم کھلا باغی اور منحرف ہو کر ایک قدم بھی نہیں چلا۔ بلکہ کسی نہ کسی نوعیت سے ان قدروں اور تقاضوں کو بحال کرنے کے جذبات ہمارے اندر کارفرما چلے آ رہے ہیں۔ پاکستان بنانے کی جدوجہد میں ان جذبات کا حصہ بہت نمایاں ہے لیکن ایک فیصد برسرِ اقتدار طبقہ مغربی زندگی کے کوڑھ کو اس ملک کی ننانوے فیصد مسلم آبادی پر مسلط کر دینے پر بضد ہے۔ حد یہ کہ رائے عام کے دباؤ کے تحت قراردادِ مقاصد میں اسلام کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد، پھر اس کے متوازی یہ روش بھی جاری رہی ہے کہ اخلاقی و معاشرتی لحاظ سے قوم کو اسلامی معیار سے اور زیادہ نیچے گرا دیا جائے۔ پھر مسودۂ دستور میں اسلام کے نمایاں اجتماعی تقاضوں کو صاف صاف لفظوں میں جذب کر لینے کے بعد بھی یہ الٹی مہم چلائی جا رہی ہے کہ آرٹ اور کلچر اور ترقی کی اصطلاحات کے پردے میں عریانی اور فحاشی کا ایک ایسا طوفان اٹھا دیا جائے

جس کا پانی دستوری فصیلوں کے سر سے گذر جائے۔ جماعت اسلامی کی نگاہ میں اب تک کی حالت ہی کچھ کم تشویشناک نہ تھی، اس پر مزید وجہِ اضطراب یہ ہے کہ بعض نئے اسباب کے تحت مغربی قوموں کے معاشرتی فساد کے لیے ہمارے اندر گھسنے کے راستے چوپٹ کھل رہے ہیں اس موقع پر اس کی مجلس شوریٰ نے اپنی ایک قرارداد کے ذریعے اربابِ اقتدار کو بھی اس بارے میں متنبہ کیا ہے اور عوام کو بھی توجہ دلائی ہے۔ قرارداد منفی نوعیت کی نہیں، مثبت طور پر اسلامی ماحول بنانے کے لئے تعمیری تجاویز بھی سامنے لاتی ہے۔

ان تجاویز میں ریڈیو اور سینما اور دوسری تفریحات کو اخلاق سوز سرگرمیوں سے ہٹا کر تعمیری مقاصد کے تابع کرنے، جائز تفریحات کے لیے شہروں اور قصبوں اور خاص طور پر نئی آبادیوں میں مناسب انتظامات کرنے، ملکی اور غیر ملکی لٹریچر پر احتساب کی کڑی نگاہ جمائے رکھنے، مخلوط تعلیم کا سدِ باب کرنے، آرٹ اور کلچر کے نام سے ہونے والی سرگرمیوں میں وزراء اور سرکاری افسروں کے لیے حصہ لینے کی ممانعت کرنے اور زنا کاری کے اڈوں کا ملک بھر میں استیصال کرنے کے مطالبات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ وہ مفاسد ہیں جنہوں نے ہر دور میں انسانیت کی ترقی میں رکاوٹ ڈالی ہے اور جن کے مضر نتائج بار بار کے عالمگیر تجربوں سے نمایاں ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر اسلامی نظامِ اخلاق و معاشرت تو ان کے ہوتے ہوئے کسی درجے میں بھی پروان نہیں چڑھ سکتا۔ پس ہر معقول آدمی ان تجاویز کی اہمیت کو محسوس کر سکتا ہے۔ ان میں خطاب صرف حکومت ہی سے نہیں کیا گیا بلکہ عوام سے بھی دردمندانہ اپیل کی گئی ہے کہ وہ بھی اپنے آپ کو اور اپنے بھائیوں کے اخلاق کو بچانے کی سعی کریں۔

ہماری زندگی کے ہر گوشے کو متاثر کرنے والا ایک عظیم خطرہ وہ عام معاشی بدحالی ہے جو گذشتہ سات برس میں بتدریج بڑھتے بڑھتے ہمارے عوام کی کثیر تعداد کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ اشیاء کی نایابی و گرانی، زرِ مبادلہ کی کمی، تجارتی پالیسی کا تزلزل، کنٹرول اور راشننگ کی ناکامی، صنعت کاروں کی حد سے بڑھی ہوئی نفع اندوزی، دوستانہ ایکٹ کے تحت بے دخل شدہ مزارعین کی خستہ حالی، اور (باقی صفحہ ۲۸۵ پر)

(بقیہ اشارات)

اور روز بروز بڑھتی ہوئی عام بے روزگاری ایک ایسی صورتِ حالات پیدا کرنے کا موجب ہیں جس میں تخریب پسندوں کے لیے کام کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس معاشی بدحالی کے شکنجے سے عوام کو نکال لینے کے لیے مجلسِ شوریٰ نے ایک تعمیری منصوبہ بندی کے لیے حسب ذیل پنج نکاتی پروگرام پیش کیا ہے:۔

۱۔ ناجائز حاصل کی ہوئی جاگیروں، فالتو سرکاری زمینوں اور تین سال سے زائد مدت تک بلا وجہ چھوڑے ہوئے رقبوں کو ضبط کر کے بے وسیلہ مزارعین میں تقسیم کر دیا جائے۔ دوسری طرف امداد باہمی کے نظم کے تحت چھوٹے رقبوں کو مجتمع کر کے کاشت کے جدید سائنٹفک طریقے اختیار کیے جائیں۔

۲۔ ملک کی صنعتی پیداوار کو بڑھانے کے لیے باشندگانِ ملک کے لیے کام پیدا کیا جائے۔ موجودہ حالات میں یہ مقصد فوری طور پر گھریلو صنعتوں کو فروغ دینے سے حاصل ہو سکتا ہے، جنہیں بعد میں بتدریج مشینی صنعتوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ تجارتی پالیسی کو ملک کی قائم شدہ صنعتوں اور صنعتی اسکیموں کا پورا پورا لحاظ کر کے مضبوط بنیادوں پر کھڑا کیا جائے۔ خصوصیت سے سامانِ تعیش کی درآمد کو زیادہ سے زیادہ حد تک روکا جائے۔

۴۔ یہاں کا اقتصادی نظام ہر شخص کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے اور آمدنیوں کے تفاوت کو کم کرنے کے مقاصد کے تحت چلایا جائے۔ اس سلسلے میں ٹیکسوں کے نظام کی اصلاح، تنخواہوں اور اُجرتوں کو منصفانہ معیار پر لانے، سود کا قطعی انسداد کرنے اور تمام شہریوں کے لیے کسبِ معاش کے مواقع کی مساویانہ فراہمی پر خصوصی اور فوری توجہ دی جائے۔

۵۔ عوام کو تعلیم اور صحت کی مکمل سہولتیں دینے، نیز بیواؤں، یتیموں اور بوڑھوں کو اجتماعی سہارا بہم پہنچانے کے لیے اسلامی اصولوں پر سوشل انشورنس کا نظام قائم کیا جائے۔

ان نکات پر کسی متعین مدت کا ایک جامع منصوبہ تیار کر کے معاشی تعمیر و ترقی کا کام تیز رفتاری

سے شروع کیا جا سکتا ہے یہ کام اگر موجودہ برسر اقتدار طبقہ سر انجام دے سکے تو سبحان اللہ، ورنہ دوسری ناگزیر صورت یہی ہے کہ عوام ایسے لوگوں کو اپنے اندر سے ابھاریں جو اس کے اہل ہوں۔

پاکستان میں جمہوری قدروں اور باشندگان ملک کے شہری حقوق کے لیے بھی ایک روز افزوں خطرہ مسلم لیگی حکومتوں کی آمرانہ اور تشدد دانہ پالیسی نے پیدا کر دیا ہے۔ ایک طرف رائے عام سے بے پروا ہو کر اقتدار پر قابض ہو جانے والا گروہ اپنے نظریات اور مفاد پر حکومت کا سارا کام چلا رہا ہے، دوسری طرف ملک کی مختلف جماعتوں اور تحریکوں کی آواز اور سرگرمیوں کو دبا دینے کے لیے نہایت بے باکی اور ڈھٹائی سے کالے قوانین کا استعمال کر رہا ہے۔ شہری آزادیوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات، جمہوری روایات اور عدل و انصاف کے مانے ہوئے طریقوں کو نظر انداز کر کے یہ حضرات سیکورٹی ایکٹ، سیفٹی ایکٹ، بنگال کرائمز ریگولیشن دفعہ ۴۰، فرنٹیر کرائمز ریگولیشن کے ذریعے ہر اختلافی آواز کو کچلنے میں مصروف ہیں۔ پھر ۹۲ الف اور مارشل لا لگانے کی انتہائی جابرانہ تدابیر کا استعمال ایک کھیل بنتا جا رہا ہے۔ علاوہ بریں ۱۲۴ الف، ۱۵۳ الف، ۱۵۱، ۱۱۷ جیسی دفعات کے تحت مقدمات بنا بنا کر سیاسی کارکنوں کو پریشان کرنے کی ایک عام مہم شروع کر دی گئی ہے۔ پریس کا گلا گھونٹنے کے لیے پریس ایمرجنسی ایکٹ ہی کچھ کم نہ تھا، لیکن اب تو ڈیکلریشن کے قواعد و ضوابط کو سخت کر کے، ایڈیٹروں کو ذرائع معلومات بتانے پر قانوناً مجبور کر کے، نیز کاغذ وغیرہ کے سلسلے میں گوناگوں پابندیاں لگا کر تحریری آزادی کو بری طرح مجروح کر دیا گیا ہے۔ مجلس شوریٰ نے اس آمرانہ پالیسی کا پورا پورا جائزہ لے کر یہ رائے قائم کی ہے کہ اس کا ردّعمل ملک کے استحکام اور اس کی وحدت و سالمیت کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ ان طریقوں کو اختیار کرنے کے لیے تخریبی، جمہوریت دشمن اور تشدد پسند طاقتوں کو کچلنے کا بہانہ معقول وجہ جواز مہیا نہیں کرتا، کیونکہ ان کی وجہ سے الٹا جمہوری طریق کار سے عوام میں مایوسی پھیلتی ہے اور وہ سرپھرے تشدد دانہ طریقوں کی طرف مائل ہو کر اپنے آپ کو شورش پسند عناصر کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کسی بھی چیز کا سدّباب کرنے کے لیے با دلیل کی طاقت سے رائے عام کو ہموار کر کے کام کیجیے،

یا با ضابطہ قانونی کارروائی کے ذریعے مواخذہ کیجیے۔ ورنہ حکومت اور عوام کے درمیان بعد اور کشمکش کی خلیج وسیع تر ہوتی جائے گی۔ اور اس کا نقصان پاکستان کے عین وجود کو اٹھانا پڑے گا۔

اسی سلسلے میں مارشل لا کے اسیروں کا معاملہ سامنے آتا ہے۔ جس کے لیے پورے ملک میں سال بھر سے شدید اضطراب پھیلا ہوا ہے۔ یہ مارشل لا جس طرح لگایا گیا تھا، اس کے تحت جس شان سے فوجی عدالتیں بٹھائی گئیں اور نئے نئے قواعد وضع کیے گئے، جس طریقے سے مقدمات چلا چلا کر سنگین سزائیں دی گئیں، پھر جس طرح انڈمنٹی ایکٹ کے ذریعے ان سزاؤں کو مستقل بنایا گیا، اور اپیل کے حق کے نام سے قیدیوں کی درخواستوں پر فیڈرل کورٹ کی رائے حاصل کرنے کی انوکھی دفعہ رکھی گئی، پھر جس بے نیازی کے ساتھ ملک گیر احتجاج اور مطالبوں کو ٹھکرا کر راج ہٹ کا مظاہرہ کیا گیا، اور بالآخر جس پر اسرار پالیسی کے تحت بالاقساط رہائیاں عمل میں لائی گئیں، اس پوری رفتار واقعات سے لوگ کسی نہ کسی حد تک باخبر ہیں۔ لیکن اس ضمن میں خاص طور پر جو سنگین طرز عمل جماعت اسلامی اور مزید امتیازی طور پر مولانا مودودی کے بارے میں مسلم لیگی اقتدار نے اختیار کیا ہے اس سے بھی دنیا ناواقف نہیں۔ اب کہا جاتا ہے کہ ہم قانون کے تقاضوں سے مجبور ہیں اور ان تقاضوں کو رائے عام کے احتجاج اور مطالبوں پر قربان نہیں کر سکتے۔ مجلس شوریٰ نے اس دعویٰ کی حقیقت کو پوری طرح واضح کرنے کے لیے ایک مفصل بیان جاری کیا ہے جس میں واقعاتی تاریخ کو چودہ نکات میں مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ واقعاتی تاریخ بول بول کر کہہ رہی ہے کہ قانونی تقاضے کے پردے میں سیاسی انتقام کارفرما ہے۔ اس بیان میں حکمران طاقت کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اس افسوسناک روش سے لوگوں میں جو طرح طرح کے اندیشے پھیل رہے ہیں، ان کے نتائج و اثرات کی ذمہ داری خود اسی کے سر عائد ہوگی۔

ان ساری قراردادوں کو پڑھنے سے پاکستان کے استحکام اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے ایک جامع پروگرام اخذ ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ملک کے سوچنے سمجھنے والے تمام لوگ اس پروگرام کا گہری نظر سے

مطالعہ کریں، اور یہ رائے قائم کرنے کی کوشش کریں کہ فی الواقع اُن کی بھلائی کے لیے مختلف مسائل کا وہ حل موزوں ہے یا نہیں جو اس پروگرام میں سامنے آتا ہے۔ اگر وہ محسوس کریں کہ یہ پروگرام ان کی دینی و دنیوی اور اخلاقی و معاشی فلاح کا ضامن ہو سکتا ہے تو پھر اُن کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جمود اور انتشار کی حالت سے نکلیں، اپنی ساری قوتوں کے ساتھ اس پروگرام کو پیش کرنے والی جماعت کا ساتھ دیں اور تعمیر و اصلاح کی اُس اجتماعی جدوجہد میں پورا پورا حصہ ادا کریں جو وہ جماعت عمل میں لا رہی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی معرکۃ الآراء تصنیف

پردہ

کا نیا ایڈیشن چھپ کر آگیا ہے یہ ایڈیشن سابقہ ۲۰×۲۶/۸ سائز کے بجائے اس مرتبہ ۲۰×۳۰/۱۶ سائز پر طبع کرایا گیا ہے۔ سفید کاغذ اور نہایت دیدہ زیب گٹ اپ کے باوجود قیمت صرف چار روپے رکھی گئی ہے۔

اس جامع کتاب میں مختلف تہذیبوں کے عروج و زوال اور تاریخ تمدن کا تفصیلی جائزہ لے کر فاضل مصنف نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جب کسی معاشرہ میں مرد و زن کا اختلاط حدود مذہب و اخلاق کو پھاند جاتا ہے تو اس کی تباہ کاریاں کس طرح پوری قوم کو ہر حیثیت سے بالکل کھوکھلا اور نکما بنا کر رکھ دیتی ہیں اور شمشیر و سناں کے دھنی طاؤس و رباب کے رسیا بن کر کس طرح ذلت، غلامی اور پستی کے عمیق گڑھوں میں جا گرتے ہیں۔ اسلام نے اسی خطرے کے سدباب کے لیے پردہ کا معیار قائم کیا ہے۔ تفصیل کے لیے کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان اچھرہ لاہور